© rasailojaraid.com

☆ ڈاکٹر محمد فخرالحق نوری

ن-م-راشد، ایک عظیم رجحان ساز شاعر

ن-م-راشد کی زندگی کا سفر ۱۹۱۰ء میں اکال گڑھ (گجرانوالا) سے شروع ہوا اور ۱۹۷۵ء میں سرے (انگلینڈ) میں اختتام پذیر ہوا- اس دوران میں انہوں نے حصول علم کے لیے اکال گڑھ کی محدود فضاؤں سے نکل کر منٹگمری (موجودہ ساہیوال)، لائل پور (موجودہ فیصل آباد) اور پھر لاہور کا رخ بھی کیا اور اس کے بعد حصول رزق کے سلسلے میں ملتان، لاہور، دلی، لکھنؤ، پشاور اور کراچی جیسے بڑے شہروں کے علاوہ عراق، ایران، مصر، فلسطین، انڈونیشیا، سری لنکا اور امریکا جیسے مختلف تہذیبوں کے نمائندہ ملکوں میں مقیم رہے- ان ممالک کے علاوہ انہیں روس، تھائی لینڈ، اٹلی، آسٹریا اور انگلینڈ کو بھی دیکھنے اور وہاں رہنے کا موقع ملا- اس سے ان کے احاطہ نگاہ اور تصور و رویا (Vision) میں وسعت اور گہرائی کا پیدا ہونا یقینی تھا- چنانچہ جہاں راشد کی تخلیقی شخصیت کی نشوونما میں جنیاتی عوامل (Geneti-cal forces)، گھریلو ماحول، خاندانی پس منظر، تعلیم و تربیت کے مواقع، چند خاص اساتذہ اور احباب، سیاسی و سماجی اور علمی و ادبی حالات و واقعات نے اپنا اپنا کردار ادا کیا وہاں ایک وسیع و عریض دنیا، وہاں کی رنگارنگ تہذیبی و تمدنی روایات اور ان میں رہنے سہنے والے انسانوں کے براہ راست مشاہدے نے بھی خاموشی سے اپنے اثرات مرتسم کیے-

یوں تو راشد نے اپنی زندگی کا نصف حصہ، اور وہ بھی پختہ عمر کا، وطن سے دور گزارا، تاہم وہ یہاں کے ادبی تغیرات و تحریکات سے باخبر رہے- ان کے لڑکپن اور نوجوانی میں رومانوی تحریک اور اس کے متوازی وطنی شعر و ادب کا رجحان پایا جاتا تھا- اس کے بعد تیس کی دہائی میں جدیدیت اور ترقی پسندی

☆ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی تحریکیں رونما ہوئیں جو اپنے اپنے طور پر نشو و نما پاتی چلی گئیں-ایک طرف ترقی پسند تحریک جاری رہی تو دوسری طرف جدیدیت کی تحریک کو حلقہ ارباب ذوق کا پلیٹ فارم میسر آگیا-یہ سلسلے تقسیم ہند کے بعد بھی جاری رہے-یہ ضرور ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے سیاسی و سماجی حالات کے زیر اثر دونوں خطوں میں لکھے جانے والے شعر و ادب میں دو مختلف دھاروں کا احساس بھی پیدا ہوتا چلا گیا-مزید آگے بڑھیں تو اسلامی ادب اور نئی شاعری کی تحریکیں بھی ظہور پذیر ہوتی دکھائی دیتی ہیں-راشد ان تبدیلیوں سے بخوبی آگاہ رہے-وہ عالمی ادب، خصوصاً انگریزی اور فارسی کے ادب سے بھی براہ راست گہری واقفیت رکھتے تھے-اسی طرح انہیں اردو کی ادبی روایات کا بھی پورا علم تھا-وہ ایک وسیع المطالعہ شخص تھے-انہیں ادب کے قدیم و جدید رجحانات ہی کا مکمل ادراک نہیں تھا بلکہ وہ اپنے عہد کے علوم و فنون اور فلسفہ و سائنس کے انکشافات سے بھی آگاہ تھے-یہی وجہ ہے کہ ان کی تخلیقی شخصیت بڑی زور دار اور توانا تھی-ایک ایسی شخصیت جسے اپنے بھرپور اظہار کے گر آتے ہوں-اور جو ایک بہت بڑے ہجوم میں، دور ہی سے الگ، منفرد، نمایاں اور صاف دکھائی دینے کی اہلیت رکھتی ہو-جسے اپنے ادب میں تو اعلیٰ مقام حاصل ہو ہی، عالمی ادب میں بھی اس کی جگہ بنتی ہو-جو روایات کی رو میں بہہ جانے کے بجائے اس کے زندہ عناصر سے اکتساب کرتے ہوئے اپنی انفرادی شان اور مستقل نقش قائم کر کے اپنے پیچھے پیچھے آنے والوں کے لیے نئی دنیاؤں کے در باز کر دے-راشد ایک ایسی ہی رجحان ساز (Trend Maker) تخلیقی شخصیت کے مالک تھے-

راشد کا تخلیق شعر کا سفر کم و بیش نصف صدی کو محیط ہے-اس دوران میں موضوع و مواد اور اظہار و ابلاغ، یا یوں کہہ لیجئے کہ فکر و خیال اور ہیئت و اسلوب، دونوں سطحوں پر ان کی ترجیحات تبدیل ہوتی رہیں اور وہ ارتقائی مراحل طے کرتے چلے گئے-شروع شروع میں وہ روایتی شاعری کے زیر اثر رہے، پھر رومانوی رجحان کے اثرات قبول کیے-اقبال جیسی نابغہ شخصیت سے بھی اثر لیا، ان کی بعض نظموں پر ترقی پسند تحریک کی چھوٹ پڑتی بھی محسوس ہوتی ہے لیکن راشد بہت جلد اپنی انفرادیت اور منفرد تخلیقی صلاحیت کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو گئے-چنانچہ اپنے پہلے ہی شعری مجموعے "ماورا" (۱۹۴۱ء) میں وہ جدیدیت کے علمبردار کے طور پر نمودار ہوتے دکھائی دیتے ہیں-بعد میں وہ کسی مقام پر رکتے نظر نہیں آتے بلکہ ان کا تخلیقی سفر "ایران میں اجنبی" (۱۹۵۵ء) "لا-انسان" (۱۹۶۹ء) اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"گماں کا ممکن" (۱۹۷۶ء) میں مرحلہ وار ارتقائی بتسلسل کا حامل محسوس ہوتا ہے- یہ درست ہے کہ آخری مجموعے کی بعض نظموں میں تکان کا احساس ہوتا ہے- مگر بحیثیت مجموعی ان کی شاعری زوال اور انحطاط کا شکار ہوتی ہوئی محسوس نہیں ہوتی- اگرچہ "لا- انسان" اور "گماں کا ممکن" کا مطالعہ کرتے ہوئے راشد کے بعض مرغوب موضوعات اور فنی پیرایوں کا اعادہ ہوتا ہوا بھی محسوس ہوتا ہے لیکن اول تو ایسا بہت کم نظموں میں ہوا ہے اور دوسرے اسے ایسی تکرار نہیں کہا جاسکتا جس سے اپنے آپ کو دہرانے کا ناگوار تاثر ابھرتا ہو- راشد کے برعکس انہی کے عہد کے بعض شاعروں مثلاً فیض جیسے بڑے شاعر کے ہاں ارتقاء کے بعد تنزل اور اپنے آپ کو دہرانے کا احساس خاصا نمایاں ہے- راشد کا اس انحطاط سے محفوظ رہنا بڑی بات اور ان کی تخلیقی شخصیت کے توانا ہونے کی بین دلیل ہے-

راشد اردو کے ان معدودے چند شعراء میں ہیں جن کی شاعری نہ تو محض زبان کی شاعری ہے اور نہ محض کیفیات کی- یہ درست ہے کہ انہوں نے ابتدائی دور میں حسن و عشق اور ایک حد تک تصوف و اخلاق کی روایات کو بھی اپنایا اور فرد کے رومانوی طرز احساس کی نمائندگی بھی کی لیکن ان کی پختہ شاعری فکر و دانش کی شاعری ہے- وہ خود بھی سوچتے سمجھتے ہیں اور سوچنے سمجھنے پر آمادہ بھی کرتے ہیں- ان کی سوچ کا دائرہ خاصا وسیع ہے- اس میں فرد کی نفسیات کا تحلیل و تجزیہ بھی شامل ہے اور اجتماعی نفسیات کی بصیرت بھی- جب وہ بیروں بینی پر آئے تو انہوں نے ملکی سیاست و معاشرت سے لے کر وسط ایشیا اور تیسری دنیا کے محکوم ممالک کی حالت پر بھی غور و فکر کیا- اور وہ بھی اس انداز سے کہ ان کی شاعری 'شاعری ہی رہی' پراپیگنڈہ نہ بنی- اور پھر وہ اس سے بھی آگے بڑھے اور ان کا احاطہ خیال پھیل کر بین الاقوامی 'عالمگیر اور آفاقی ہو گیا- وہ مذہبی 'جغرافیائی 'لسانی اور دوسری حد بندیوں کو توڑتے ہوئے ایک ایسے عالمی انسان کے قصیدہ خواں بن گئے جو ایک نیا آدرشی انسان ہے- ایک ایسا انسان جس کے اندر اور باہر یا باطن اور ظاہر میں کامل ہم آہنگی ہے اور جو اس دنیا میں نہ حاکم ہے اور نہ محکوم- ایسے انسان کے خواب راشد کی فکر و دانش کا خاص حوالہ ہیں اور اس حوالے کی بدولت وہ اپنی شاعری میں آفاقیت پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں-- یوں لگتا ہے جیسے یہ وسیع و عریض دنیا راشد کے نزدیک ایک گلوبل ولیج (Global Village) ہے اور ان کی طرح دنیا کا ہر انسان رنگ و نسل کی تفریق کے بغیر اسی گاؤں کا باسی ہے- راشد کے ہاں فکر و دانش کی ایک اور سطح بھی ہے اور اس کا تعلق دروں بینی سے ہے لیکن یہ دروں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنی ابتدائی دور کی سطحی یا یک سطحی شاعری سے یکسر مختلف ہے- یہ رجحان بطور خاص آخری مجموعے میں نمایاں ہوا ہے- یہ انسان کے باطن کی غواصی سے عبارت ہے- اس میں تصوف واخلاق کی دانش سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اور فلسفہ و نفسیات کے علوم سے بھی- مجموعی طور پر راشد کی فکر کا نطقہ پرکار انسان ہے- وہ کوئی (Cosmic) مسائل پر نسبتاً کم توجہ دیتے ہیں- ان کا محور انسان ہے- اور یہ حوالہ انہیں بطور خاص فکر و دانش کا شاعر بناتا ہے- ایک ایسا شاعر جس کی پختہ شاعری یک سطحی نہیں ہے- اور جو قاری سے غور و فکر کا تقاضا کرتی ہے- ایسے شاعر کی تفہیم و تحسین آسان نہیں ہوتی- دراصل اپنا راستہ خود بنانے والے شاعروں کو روایتی طریقوں سے سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے- ایسے شاعروں کی شعری کائنات میں داخل ہونے کا دروازہ کسی ہر قفلی کلید (Master-Key) سے نہیں کھلتا- اسے کھولنے کے لیے اسی کی کنجی استعمال کرنی چاہیے- ظاہر ہے کہ راشد ہی نہیں' ایسا کوئی بھی شاعر ہو' اس کا مقبول عوام ہونا مشکل ہوتا ہے- اس ضمن میں غالب اور راشد سمیت متعدد شاعروں کا معاملہ یکساں ہے- راشد کے ساتھ کچھ اور مسئلے بھی ہیں- مثلاً ان کی ادبی زندگی کا بیشتر حصہ ملک سے باہر گزرا- اگرچہ وہ یہاں مسلسل آتے رہے مگر کچھ تو اپنی مصروفیات کے باعث اور کچھ طبعی خود پسندی کی وجہ سے بہت محدود لوگوں سے رابطہ رکھ سکے- کسی ادبی گروہ کی طرف سے انہیں تشہیر اور پراپیگنڈہ کی سہولت پہلے ہی حاصل نہیں تھی' مذکورہ رویے نے ان کے ادبی مفادات کا تحفظ کرنے والوں میں کچھ اور بھی کمی کر دی- کچھ اس لیے اور کچھ راشد کی دقت پسندی کے باعث ان کی طرف نقادوں کی توجہ بھی نسبتاً کم رہی- دانشورانہ شعری تخلیقات کے اندر اترنے اور شعری ریاضت کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے سے فطری گریز بھی رہا- اور پھر یہ بھی ہے کہ راشد فیض وغیرہ کی طرح کسی بھی طور پر "لذیذ" شاعر نہیں ہیں- ان کی شاعری سے شعری سانچوں اور اسالیب بیان کی تبدیلی' فارسیت اور ابہام وغیرہ کی شکایات بھی شروع ہی سے تھیں اور انہیں ادبی روایت کے ساتھ ساتھ مذہبی و معاشرتی روایات کا بھی باغی سمجھا جاتا تھا' رہی سہی کسر ان کی میت سوزی (Cremation) کے واقعے نے نکال دی- ایک روایت پرست معاشرے میں کسی ایسے شاعر کے' تمام ادبی کارناموں کے باوجود' مقبول عوام تو کیا' مقبول خواص ہونے کا بھی کتنا امکان ہو سکتا ہے؟ چنانچہ راشد کے ساتھ وہی کچھ ہوا جو ہو سکتا تھا- وہ عام پسند شاعر نہ بن سکے- ڈاکٹر آفتاب احمد نے انہیں جبھی تو "شاعروں کا شاعر" قرار دیا ہے- اس ضمن میں وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راشد کی شاعری کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں سمجھتا ہوں کہ راشد شاعروں کے شاعر ہیں-ان کی شاعری عام پسند شاعری نہیں ہو سکتی- محض اس لیے نہیں کہ اس میں روایتی اسالیب بیان سے انحراف کیا گیا ہے بلکہ اس لیے بھی کہ اس میں معنوی اعتبار سے بھی ایک ایسا انحراف پایا جاتا ہے جسے قبول کرنا آسان نہیں- راشد نرم اور ملائم یا دوسرے لفظوں میں سکہ بند "شاعرانہ جذبات" کے شاعر نہیں، سخت اور کھردرے جذبات کے شاعر ہیں- اور ظاہر ہے کہ سخت اور کھردرے جذبات میں شاعری کے نور و نغمہ کو سمو دینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں- لیکن اس کی قیمت بھی شاعر کو نامقبولیت کی صورت میں ادا کرنا پڑتی ہے -دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ راشد ان جذبات کو کس طرح شعر بناتے ہیں-وہ ان کی رو میں نہیں بہہ جاتے بلکہ ان سے الگ ہو کر ان پر غور کرتے ہیں اور ان کے مختلف پہلوؤں کا تجزیہ کرتے ہیں- یہ دروں بینی راشد کے شعری مزاج کی ایک نمایاں خصوصیت ہے- جذباتی الجھنوں کو سمجھنے کی کرید، ان کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش، ان کو بے نقاب دیکھنے کی خواہش راشد کی تخلیقی کاوش کا حصہ ہیں-"(۱)

سوال یہ ہے کہ اتنے اوصاف کا مالک شاعر اگر عام پسندی یا نامقبولیت کا شکار ہو جائے تو کیا اس کی شعری عظمت کی بھی نفی ہو جاتی ہے؟ ظاہر ہے کہ کوئی ذی شعور اس کا جواب ہاں میں نہیں دے سکتا-اگر ایسا ہی ہو تو غالب جیسے شاعر کی عظمت کا مینار بھی زمیں بوس ہو جائے-لیکن ایسا نہیں ہے اور اس کی عظمت کے عرفان میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے-دراصل عام پسندی اور ہر کس و ناکس کے لیے مقبول ہونے کو بڑائی کا معیار سمجھ لینا اور وہ بھی شاعر کے عہد میں یا فوراً بعد کے زمانے میں، کسی بھی طرح درست نہیں ہوتا-وہ شاعر جن کے حلقہ اثر میں لکھے پڑھے، بالغ نظر اور اعلیٰ ذوق کے حامل ارباب ادب ہر دور میں شامل ہوں اور خواہ ان کی تعداد قلیل ہی کیوں نہ ہو، ان کی ادبی زندگی کبھی ختم نہیں ہوتی-ایسے شاعروں کی قدر کا تعین (Re-evaluation) بار بار ہوتا ہے اور وہ ہر بار ادبی عظمت کی کسوٹی پر پورا اترتے ہیں-راشد اردو کے ایسے ہی معدودے چند شعراء میں سے ہیں-ان کی شعری عظمت ناقابل تردید حقیقت ہے-اس ضمن میں ڈاکٹر تبسم کاشمیری رقمطراز ہیں:

"جہاں تک راشد کی شعری عظمت کا تعلق ہے تو وہ ہماری ادبی تاریخ کے نابغہ روزگار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے-ان کے بغیر جدید شعری تحریک کا تصور کرنا ناممکن ہے-ان کے نام کے ساتھ ایک شاعر ہی کا نہیں'ایک پوری شعری تحریک کا خیال آتا ہے-وہ شاعر جس نے جدید اردو شاعری کے محدود دامن کو نئی وسعتیں عطا کیں-جس نے اپنی شاعری میں نئی فکر انگیزی' سماجی بصیرت'سیاسی شعور اور جدت کا جو بے مثال مظاہرہ کیا اس سے پورا جنوبی ایشیا چکاچوند ہو گیا تھا-مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی پھیلائی ہوئی روشنی ماند پڑنے لگی-اور یوں بھی محسوس کیا گیا کہ جیسے یہ شاعر پس منظر میں چلا گیا ہے-

مگر ہم اس حقیقت کو کبھی بھی نہیں بھول سکتے کہ وہ پس منظر میں رہے یا سر منظر'اردو شاعری میں اس کی حیثیت اور اس کا نام اس وقت تک روشن رہے گا جب تک کہ اردو اور اردو شعر و ادب کی یہ دنیا آباد ہے-"(۲)

اور اب تو راشد کے ارد گرد چھائی ہوئی دھند کچھ چھٹنے بھی لگی ہے-عین ممکن ہے کہ آنے والے وقتوں میں اُن کی شاعری کے بارے میں پایا جانے والا ذہنی بعد کم ہو جائے اور اس کی تفہیم و تحسین کے قابل اور اس کی اہلیت رکھنے والے قارئین میں اضافہ ہونے لگے-قرائن سے یہی ظاہر ہو رہا ہے-

جیسا کہ ڈاکٹر تبسم کاشمیری کے مندرجہ بالا اقتباس میں بھی اشارہ کیا گیا ہے'راشد کی شعری عظمت کا سب سے نمایاں پہلو اردو میں جدید شعری تحریک کے فروغ وارتقاء میں نہایت اہم کردار ادا کرنے سے متعلق ہے-اُنہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے اردو شاعری کو جدیدیت سے ہمکنار کرتے ہوئے اس پر دور رس اثرات مرتسم کیے-آج ہماری شاعری کا دامن جن جدید رجحانات سے بھرا پڑا ہے'ان کو متعارف کروا کر اوج قبول تک پہنچانے کا سہرا صحیح معنوں میں راشد ہی کے سر ہے-اگرچہ اس ضمن میں ان کے کچھ پیش رو(مثلاً تصدق حسین خالد'محمد دین تاثیر اور م حسن لطیفی وغیرہ)بھی ہیں مگر ان میں سے کسی کو بھی اور کسی بھی طرح سے رجحان ساز شاعر قرار نہیں دیا جا سکتا-اردو میں جدیدیت کو رجحان بنانے والے پہلے بڑے شاعر راشد ہی ہیں-بعد میں میرا جی بھی ان کے دوش بدوش چلتے دکھائی دیتے ہیں-انہوں نے کانٹے چن کر جدیدیت کا راستہ ایسا صاف اور ہموار کر دیا کہ اس پر ایک قافلہ رواں دواں ہو گیا-اس قافلے کی راہنمائی کے لیے مجید امجد جیسے عظیم شاعر بھی منصۂ شہود پر آئے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ جدید اردو شاعری پر دور رس اثرات مرتسم کرنے والے پہلے رجحان ساز شاعر راشد ہی ہیں-انہوں نے موضوع و مواد'فکر و خیال اور جذبہ و احساس کے حوالے سے بھی اردو شاعری کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جدت آشنا کیا اور ہیئت و اسلوب' اظہار وفن اور صوت و آہنگ کے حوالے سے بھی اسے جدیدیت سے روشناس کیا۔ وہ تقلید کے بجائے انفرادیت کے علمبردار تھے۔ اور ان کا سوچنے کا یہی انداز اردو شاعری میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کرنے کا سبب بنا۔

جہاں تک خالص فنی عناصر کا تعلق ہے'ان کے حوالے سے راشد کا جدید اردو شاعری پر کچھ زیادہ ہی احسان ہے۔ انہوں نے اپنی نظموں کے ذریعے علامتیت (Symbolism) تصویریت (Imageism) اور ڈرامائیت کے نئے ابعاد روشن کیے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ اردو میں آزاد نظم (Free Verse) کا فروغ ہے۔ عصر حاضر میں اردو نظم کے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ وسیلہ اظہار اسی ہیئت کو سمجھا جاتا ہے اور اس میں بنیادی طور پر مستقل مزاجی سے کی گئیں راشد ہی کی کوششوں کا دخل ہے۔ یوں تو انہوں نے غزل گوئی بھی کی اور نظم نگاری کے لیے روایتی پابند ہیئتوں اور سانیٹ وغیرہ کو بھی وسیلہ اظہار بنایا مگر ان کے جوہر پوری طرح سے آزاد نظم ہی میں کھلے۔ وہ اسے فن کی معراج تک لے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی پہچان بن گئے۔ ان کی آزاد نظموں میں موضوع اور فن کی ہم آہنگی محسوس کر کے ہی دوسرے شاعروں نے آزاد نظم نگاری کا حوصلہ کیا۔ اس طرح اردو شاعری میں ایک انقلابی تبدیلی رونما ہوئی۔ ہیئت کی تبدیلی سے اسالیب بیان میں بھی تبدیلیاں آئیں۔ ان تبدیلیوں کا محرک راشد کی پہلی شعری تصنیف "ماورا" (۱۹۴۱ء) کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ راشد کو خود بھی اس کا احساس تھا۔ چنانچہ ۱۹۶۹ء میں جب اس کتاب کا چوتھا ایڈیشن اشاعت پذیر ہوا تو انہوں نے اس کے دیباچے میں مذکورہ حوالے سے خود ستائی بھی کی۔ لکھتے ہیں :

"ماورا کا پہلا ایڈیشن جولائی ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد دو اور ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ پہلے ایڈیشن کے دیباچے میں' میں نے بیشتر ہیئت کے اس نئے تجربے کی طرف توجہ دلائی تھی جو "ماورا" کے ذریعے کیا گیا تھا۔ گزشتہ ربع صدی میں اس تجربے نے اکثر ہم عصر اور نوجوان شعراء کی نئے نئے راستوں کی طرف رہنمائی کی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس زمانے میں اردو شاعری نے اک ایسا تغیر یا انقلاب دیکھا ہے جو گزشتہ صدیوں میں اسے نصیب نہیں ہوا تھا۔ شاید اس حد تک خودستائی جائز ہو کہ اس تغیر میں ماورا کا بھی ہاتھ ہے۔" (۳)

اس ضمن میں راشد کو پطرس بخاری نے بھی خراج تحسین پیش کیا ہے۔ "ایران میں اجنبی" کی "تمہید"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں رقمطراز ہیں :

"جن لوگوں کو آپ کے ہمعصر ہونے کا فخر حاصل ہے، وہ جانتے ہیں کہ دور جدید کے اکثر شعراء نے آپ اور فیض اور آپ ہی جیسے معدودے چند باغیوں سے ہدایت پائی ہے - ورنہ نہ معلوم ہماری شاعری کی کشتی اور کتنا عرصہ دلدل میں پھنسی رہتی...... آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی طفیل کتنے نوخیز شاعروں کی ہمت بڑھی بلکہ راشد کے اسلوب بیان میں تو کچھ ایسا نشہ ہے کہ ان کے بعض معتقدین کچھ زیادہ ہی پی گئے - یہ جاذبیت بلکہ جادو فیض میں بھی ہے لیکن فیض کی کئی ادائیں فضائے نظم میں حلول کر جاتی ہیں - ہر پتے اور ہر پھول میں نظر نہیں آتیں - اس کے مقابلے میں آپ کا چسکا نوجوان شاعر کو بہت جلد پڑ جاتا ہے -" (۴)

پطرس بخاری کے اس بیان سے جہاں تقلید بلکہ نقالی کی حد تک پہنچنے والے راشد کے اثرات کی نشاندہی ہوتی ہے وہاں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ ان کے نقال اوپری سطح پر ہی رہتے ہیں - کیونکہ راشد کے شعری اوصاف کو نظم میں حلول کرنا آسان نہیں ہے - ڈاکٹر انور سدید نے اس کا سبب انفرادیت کی پختگی میں تلاش کرنے کی سعی کی ہے - لکھتے ہیں :

> "راشد کی شاعری پر ان کی انفرادی چھاپ اس قدر پختہ ہے کہ وہ تحریک نہیں بن سکے - بلاشبہ ان کی شاعری کی بازگشت بعض شعراء کے ہاں موجود ہے لیکن قبول اثرات کا یہ انداز اکتسابی ہے - چنانچہ افتخار جالب جیسے شعراء بھی جب راشد کے زیر اثر نظم لکھنے کی کوشش کرتے ہیں، تو ان کی نقالی چھپ نہیں سکتی - ن م راشد اردو شاعری میں غالب اور اقبال کی طرح عہد ساز شاعر تھے تاہم اپنی توسیع میں وہ خود حائل نظر آتے ہیں - اور ان کی آواز ذاتی دائرے میں ہی گردش کرتی رہی -" (۵)

اس رائے سے کلی طور پر اتفاق کرنا دشوار ہے - یہ درست ہے کہ راشد ایسے زبردست انفرادیت کے مالک اور صاحب طرز شاعر کے اسلوب کے اوصاف کو ہو بہو اپنا کر اپنی نظموں میں سمو دینا کسی بھی شاعر کے لیے آسان نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسے شاعر اپنی طرز کے خود ہی موجد اور خود ہی خاتم ہوتے ہیں - لیکن راشد کے بارے میں یہ سمجھنا کہ وہ تحریک نہ بن سکے اور ان کی آواز ذاتی دائرے میں ہی گردش کرتی رہی، صحیح نہیں ہے - جیسا کہ پہلے بھی بیان ہوا، اردو میں جدید شاعری کی تحریک کا تصور بھی راشد کے بغیر نہیں کیا جا سکتا - اسی طرح ان کی آواز کا پھیلاؤ تو آج تک محسوس کیا جا سکتا ہے - اگر راشد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی پختہ انفرادیت کو ان کی توسیع میں حائل تصور کر بھی لیا جائے تو بھی اس سے ان کے دوررس اثرات کی نفی لازم نہیں آتی۔ اس امر میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کہ راشد جدید اردو شاعری پر دور رس اور دیرپا اثرات مرتسم کرنے والے پہلے شاعر ہیں۔ ڈاکٹر مغنی تبسم رقمطراز ہیں :

"راشد کی شاعری اپنے منفرد طرز احساس اور اظہار کے متنوع اسالیب کے ساتھ گزشتہ چالیس برس سے جدید شاعروں کو متاثر کرتی اور تحریک دلاتی رہی ہے۔"(٦)

جیسا کہ بیان ہوا، جدید اردو شاعری پر راشد کا سب سے نمایاں اثر یہ ہوا کہ ان کی کوششوں سے "آزاد نظم" رواج پا گئی۔ اگرچہ آزاد نظم نگاری کے تجربے ان سے قبل بھی ہوئے تاہم اسے معیار و وقار عطا کر کے پسندیدگی کے مرحلے میں راشد ہی نے داخل کیا۔ چنانچہ اس ضمن میں مختلف نقادوں نے انہیں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

عزیز احمد رقمطراز ہیں :

"ن۔م۔ راشد کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے نظم آزاد کو اردو میں مقبول کیا۔"(٧)

اسی طرح جابر علی سید لکھتے ہیں :

"اردو میں آزاد نظم اور ن م راشد کا نام ایک ہی سانس میں آتے ہیں۔ اسے آزاد نظم کی خوش قسمتی سمجھنا چاہیے کہ اسے راشد ایسا ذہین اور طباع قافلہ سالار ملا۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ راشد کی شخصیت کے بغیر اردو میں آزاد نظم کی ترقی ایک خواب پریشاں ہو کر رہ جاتی۔"(٨)

ڈاکٹر حنیف کیفی لکھتے ہیں :

"......یہ امر راشد کے لیے خصوصی اہمیت کا باعث ہے اور آزاد نظم کے لیے یہ ان کی بڑی خدمت اور اردو شاعری کو ان کی اہم دین ہے کہ چند ہی برسوں کی قلیل مدت میں انہوں نے اردو آزاد نظم کو وہ استحکام عطا کر دیا جس کی بدولت اس کی بنیادیں ہمیشہ کے لیے مضبوط ہو گئیں اور انہیں مضبوط بنیادوں پر راشد کے ہمعصر اور مابعد شعراء نے آزاد نظم کی عمارت میں مزید تعمیر و توسیع کا کام انجام دیا۔"(٩)

راشد نے اردو شاعری کو جو نیا رنگ و آہنگ دیا اور اسے طرز احساس سے لے کر طرز اظہار تک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جن انقلابی تبدیلیوں سے ہمکنار کیا' ان کے توسط سے اسے بالکل نئی ڈگر پر گامزن ہونے کا موقع ملا- یہ راشد ہی ہیں جنہوں نے اردو شاعری کے جمود کو توڑ کر اس کے ٹھہراؤ کو بہاؤ میں بدل دیا- یہی وجہ ہے کہ انہیں روایتی شاعری کا باغی تصور کیا گیا- یہ سلسلہ "ماورا" کے دیباچے سے خود راشد ہی نے اپنے آپ کو "قدیم اسالیب بیان کا ادنیٰ باغی" کہہ کر شروع کیا-(۱۰) اس جملے میں بظاہر انکسار مگر بباطن فخر پایا جاتا ہے- اسی کتاب کے "تعارف" میں کرشن چندر نے بھی انہیں باغی قرار دیا ہے- رقمطراز ہیں :

"راشد کی شاعری اردو میں ایک نئے تجرباتی دور کی تمہید ہے- اس کا مقابلہ دور آخر کی شاعری سے نہیں کیا جا سکتا- راشد کی شاعری ہئیت اور مادے' دونوں کے اعتبار سے ہماری مروجہ شاعری سے مختلف ہے- تاریخی اعتبار سے شاعروں کی دو قسمیں ہیں- ایک قسم کے شاعر وہ ہیں جو ماضی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تاثرات' الفاظ اور معانی استعمال کرتے ہیں اور اگر ہو سکے تو ہر ممکن کوشش سے اس حلقے کے اندر رہ کر اظہار کی نئی پہنائیاں اور نئے اسلوب بیان تلاش کرتے ہیں- دوسری قسم کے شاعر وہ ہیں جن کی آواز گویا کسی نئے افق سے آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے- اور ماضی کے تسلسل کو چیرتی ہوئی ہمارے دلوں میں اتر جاتی ہے- راشد دوسری قسم کا شاعر ہے- بے قافیہ شاعری سے صرف یہی مراد نہیں کہ پرانے اُصولوں سے انحراف کیا جائے- اگر یہ انحراف صرف اسلوب تک ہی محدود ہو تو یہ بہت بڑی جدت نہ ہو گی- گو یہ انحراف بھی بذات خود ایک قابل قدر چیز ہے لیکن راشد کے ہاں یہ انحراف داخلی اور خارجی' فنی اور فکری لحاظ سے مکمل ہے اور یہ چیز اس کی شاعری کی اجتہادی حیثیت کو نمایاں کرتی ہے- فنی نقطہ نگاہ سے راشد ایک صحیح باغی شاعر ہے-"(۱۱)

عبدالوحید بھی راشد کی شاعری کو روایات سے بغاوت کا نتیجہ سمجھتے ہیں- انہوں نے لکھا ہے :

"راشد عصر حاضر کے ان نوجوان شعراء میں سے ہیں جنہوں نے اردو شاعری کی روایات سے بغاوت کر کے مادہ. و ہئیت ہر دو اعتبار سے ایک نئے تجربے کا ثبوت دیا ہے- ہمیں ان کی شاعری میں اپنی مروجہ شاعری کے مقابلہ میں داخلی و خارجی اور فنی و فکری ہر لحاظ سے ایک مکمل انحراف ملتا ہے-"(۱۲)

راشد کے بارے میں اس قسم کی آراء کا ایک طویل سلسلہ پایا جاتا ہے- اس سلسلے کی ایک نہایت اہم کڑی عصر حاضر کے سربر آوردہ نقاد ڈاکٹر وزیر آغا کا مقالہ "بغاوت کی ایک مثال......ن' م'

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راشد" ہے۔ (۱۳) اس خیال افروز مضمون میں راشد کی بغاوت کے داخلی پہلوؤں پر خاص طور سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس قسم کی آراء کو ڈاکٹر حنیف کیفی نے "مقبول عام" ہونے کے باوجود "غلط العام" قرار دیا ہے۔ وہ ان کی تکذیب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اس میں شک نہیں کہ راشد ہر لحاظ سے ایک "جدید" شاعر ہیں۔ ان کے سوچنے کا ڈھنگ بھی نیا ہے' بات کہنے کا انداز بھی نیا ہے۔ ان کی فکر و احساس میں بھی ندرت اور انوکھا پن ہے اور ان کی پیش کش میں بھی جدت و انفرادیت پائی جاتی ہے لیکن اس جدت و انفرادیت کو بغاوت کا نام دینا صحیح نہیں کیونکہ پھر تو ہر وہ شاعر جس کے پاس کہنے کے لیے نئی باتیں ہیں یا جو اپنی بات کو ایک نئے اور انوکھے ڈھنگ سے کہنا جانتا ہے' باغی شاعر کہلانے کا مستحق قرار پائے گا۔ راشد نے اردو شاعری کی روایات سے حسب ضرورت انحراف ضرور کیا ہے لیکن یہ انحراف نہ تو فن کی سطح پر اور نہ فکر کے اعتبار سے' نہ موضوع و اسلوب کے لحاظ سے اور نہ ہیئت و تکنیک کی رو سے اتنا مکمل ہے کہ اسے بغاوت کا نام دیا جا سکے۔ بغاوت کسی موجودہ نظام کو یکسر بدل کر ایک بالکل نیا نظام قائم کرنے کی کوشش کا نام ہے' راشد کی آزاد شاعری جو دراصل جدید اردو شاعری کے بتدریج فکری و فنی ارتقاء کی ایک نمایاں منزل ہے' نہ تو پہلے سے موجود نظام کو یکسر بدلتی ہے اور نہ کوئی بالکل نیا نظام قائم کرتی ہے۔ بلکہ اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو اس کا نیا پن بھی اسی لیے قابل قبول ہوتا ہے کہ اس نے پرانی شاعری کے وہ تمام انداز و اطوار اپنے اندر سمو لیے ہیں جو اس کی دلکشی و رعنائی کا باعث بنے۔ ان پر نہ صرف یہ کہ روایت کے گہرے اثرات ہیں بلکہ انہوں نے اپنی جدت کو مقبول عام بنانے کے لیے اس روایت کا خاطر خواہ "استعمال" کیا ہے۔" (۱۴)

ڈاکٹر حنیف کیفی نے اپنے موقف کی تائید میں جو نکات اٹھائے ہیں' ان کا تعلق زیادہ تر راشد کی شاعری کے ہیئتی اور لسانی پہلوؤں سے ہے۔ ہیئت کے حوالے سے ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ راشد نے اپنی آزاد نظموں میں اردو شاعری کے روایتی ترنم اور اس کی موسیقی کا انتظام والتزام کرنے' اردو شاعری میں کثرت سے استعمال کی گئی عروضی بحریں اختیار کرنے' مصرعوں کو دہرانے اور قوافی کو برتنے کے سلسلے میں جو تکنیکی پہلو اپنائے ہیں' ان سب پر روایت کی گہری چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ یہ سب کچھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روایت کے گہرے شعور اور اس سے اثر پذیری کے بغیر ممکن نہ تھا۔اسی طرح وہ راشد کی زبان کو"روایت زدہ" قرار دیتے ہوئے الفاظ و تراکیب اور تشبیہوں پر مشرقی انداز کے گہرے اثر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ وہ یہ تو مانتے ہیں کہ راشد نے نئی طرز احساس اور نئے انداز فکر کے ذریعے پرانی اور روایتی زبان سے ایک نئے اور منفرد اسلوب کو تشکیل دیا لیکن وہ اسلوب کی اس انفرادیت کو روایت کے صحت مند شعور اور اس کے گہرے اثرات کا مرہون منت بھی خیال کرتے ہیں اور بالآخر یہ نتیجہ نکالتے ہیں :

"روایت کے یہ گہرے اثرات اس نظریے کے بطلان کے لیے کافی ہیں کہ ان کی آزاد نظم کا خمیر بغاوت سے اٹھا ہے۔"(۱۵)

اس ضمن میں انہوں نے سید وقار عظیم کے اس بیان کی پوری پوری تائید کی ہے :

"راشد کی شاعری پرانے طرز سے بغاوت نہیں بلکہ نئے اور پرانے طرز میں ایک خوشگوار سمجھوتہ ہے۔"(۱۶)

سید وقار عظیم اور ڈاکٹر حنیف کیفی کی آراء کا تجزیہ بھی ہمارے نزدیک اتنا ہی ضروری ہے جتنا ضروری ثانی الذکر نے ان آراء کے تجزیے کو سمجھا ہے جن میں راشد کو باغی قرار دیا گیا ہے۔ یہ درست ہے کہ راشد روایت کا گہرا شعور رکھتے تھے اور روایت سے ان کی اثر پذیری ان کے اختیار کردہ فنی حربوں سے ظاہر بھی ہوتی ہے مگر روایت کے جس جس پہلو سے وہ منحرف ہوئے ہیں، وہ بھی تو بالکل عیاں ہیں اور ان سے بھی آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں۔ یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کی جانی چاہئے کہ روایت سے انحراف کرنے کے لیے بھی روایت کا گہرا شعور درکار ہوتا ہے۔ جہاں روایت کی اندھی تقلید جمود کا باعث بنتی ہے وہاں اس کے گہرے شعور کے بغیر ظہور پذیر ہونے والی جدت و انفرادیت بھی انتشار کا سبب بن جایا کرتی ہے۔ راشد کی شاعری روایتی شاعری کے جمود کو توڑنے کا باعث بھی بنی اور انتشار کا شکار ہونے سے بھی محفوظ رہی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی جدت و انفرادیت روایت کے افق سے طلوع ہوئی اور پھر اس کی روشنی پھیلتی چلی گئی۔ لیکن اس کے باوجود راشد کو ایک باغی شاعر قرار دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ دراصل ادب میں بغاوت کا مفہوم اتنی شدت نہیں رکھتا جتنی سیاست میں رکھتا ہے۔ ڈاکٹر حنیف کیفی اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھ سکے۔ جبھی تو وہ صرف اس عمل کو بغاوت قرار دیتے ہیں جو کسی موجودہ نظام کو یکسر بدل کر ایک بالکل نیا نظام قائم کرنے کی کوشش کرے۔ راشد ایسا نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا تصور بغاوت نسبتاً معتدل تھا۔ جبھی تو انہوں نے حالؔی جیسے بھلے مانس شاعر کو بھی باغی کہہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیا تھا۔ لکھتے ہیں :

"اردو میں سب سے پہلے جس شخص نے طرز خیال میں انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کی وہ حالی ہے۔وہی ہمارے ادب میں رسوم و قیود کا سب سے پہلا راغی تھا۔"(۱۷)

اگر ڈاکٹر حنیف کیفی کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو راشد ہی نہیں، ہماری شعری تاریخ میں کوئی بھی شخص باغی دکھائی نہیں دے گا۔ ظاہر ہے کہ راشد کے وہ نقاد بھی، جنہوں نے انہیں باغی قرار دیا ہے، ایسا شدید تصور بغاوت نہیں رکھتے تھے۔

راشد کی بغاوت کے ارتداد سے پیشتر اس مسئلے پر عمرانی نقطہ نظر سے بھی غور کرنے کی ضرورت تھی۔ چونکہ عصر حاضر میں نظم نگاری کے لیے آزاد نظم کو بہترین صیغہ اظہار تسلیم کیا جا چکا ہے، اس لیے اس ہئیت کو اپنانے میں کسی قسم کی بغاوت یا انحراف کا شائبہ بھی محسوس نہیں ہو سکتا لیکن ہمیں اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ جس زمانے میں راشد نے آزاد نظم کا تجربہ شروع کیا، اس زمانے میں ایسا کرنا کسی بڑے انحراف یا بغاوت ہی کے مترادف تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آزاد نظم کو تک بندی اور نثر مرجز قرار دیا جاتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ زیادہ رجعت پسند لوگ مصرعوں کے چھوٹا بڑا ہونے کے باعث، پابند عروض ہونے کے باوجود اسے ناموزوں خیال کرتے تھے۔ ان حالات میں راشد کا مستقل مزاجی سے، تمام مخالفتوں کے باوجود آزاد نظم لکھتے چلے جانا، بڑی ہمت و جرأت کا کام تھا۔ بلکہ یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ ایسا کرتے ہوئے انہوں نے اپنی متوقع مقبولیت کو بھی داؤ پر لگا دیا تھا۔ اب ہم چونکہ آزاد نظم کے عادی ہو چکے ہیں، اس لیے بآسانی محسوس نہیں کر سکتے کہ راشد نے اس کے ذریعے روایتی شاعری کے خلاف کتنا بڑا باغیانہ قدم اٹھایا تھا۔ یہ ضرور ہے کہ انہوں نے اپنی اس بغاوت کو روایت کے عناصر سے ہم آہنگ کر کے زیادہ دلکش اور زیادہ قابل قبول بنا دیا۔ اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی رعنائی و زیبائی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی مندرجہ ذیل رائے بڑی وقیع معلوم ہوتی ہے :

"ن۔م۔راشد کی بنیادی حیثیت ایک ایسے شاعر کی ہے جس نے نہ صرف اپنے دور کی روح کی سچی ترجمانی کی ہے بلکہ نئی نسل میں نیا شعور پیدا کر کے، تخلیقی سطح پر، نئے رویوں کو متعین کرنے کا کام بھی کیا ہے۔ آزاد نظم کو عام کرنے میں ان کا نام سر فہرست آتا ہے۔ن۔م۔راشد نے روایت سے انحراف کیا ہے لیکن ساتھ ساتھ انحراف کو روایت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے ملایا بھی ہے۔ یہی ان کے فن کی انفرادیت ہے۔"(۱۸)

مجموعی طور پر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ راشد اردو شاعری پر مستقل نقش بٹھانے والے رجحان ساز شاعر ہیں۔ وہ اُن چیدہ اردو شاعروں میں سے ایک ہیں جن پر ہم بجا طور پر ناز کر سکتے ہیں۔ وہ ایسے قابل فخر اور عظیم شاعر ہیں جن میں زمان و مکاں کی حدود کو پھلانگ کر آفاقی شاعر بننے کی پوری پوری اہلیت موجود ہے۔ اسی لیے تو حمید نسیم نے انہیں عالمی سطح کا اردو شاعر قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں :

"...... سوچ کے عمق اور لفظوں کی اندرونی توانائی کو کامل قدرت سے بہم آمیز کر کے انہوں نے ایک منفرد اسلوب ایجاد کیا۔ اور اسے اس سطح کمال تک پہنچایا کہ لسانی اور جغرافیائی حدود سے نکل کر عالمی سطح کے شاعر بن گئے۔"(۱۹)

عظمت کے اس آسمان کو چھونے والے شاعر عالمی ادب میں بھی کچھ زیادہ بڑی تعداد میں نہیں ملتے۔ اردو میں تو یہ تعداد بہت ہی قلیل ہے۔ بہر حال راشد کو بھی اس میں بآسانی شامل کیا جا سکتا ہے۔ حمید نسیم انہیں اس ضمن میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

"میں اسے پڑھتا ہوں تو اس کا بہت سا کلام مجھ پر وہی اثر مرتب کرتا ہے جو قدیم یونانی المیہ تماثیل پڑھ کر ہوتا ہے۔ لاریب جدید اردو شاعری کے پہلے دور میں راشد یکتا ہے۔ لاریب راشد اپنے فکر کی بلندی اور اپنے اسلوب اور لفظیات کی یکتائی اور اصوات کے طلسمات کے بل پر عالمی سطح کا شاعر ہے۔ اپنے ہاں دیکھو تو وہ آفاقی رفعتوں تک پہنچنے والے آدھے میر تقی میر، غالب اور اقبال کے بعد اردو زبان کا صاحب عظمت شاعر ہے۔ میراجی قامت میں راشد صاحب سے بال برابر کم ہے مگر ادب میں بال برابر فرق بھی نظر آتا رہتا ہے۔"(۲۰)

اگرچہ ذاتی ترجیح کا حجاب اتار کر ان ناموں میں دو ایک ناموں کا اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے، تاہم اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اردو شاعری کی پہلی صف میں راشد بھی شامل ہیں۔ وہ ان بڑے شاعروں میں ہیں جن کے جلو میں اردو شاعری اکیسویں صدی میں داخل ہو کر فکر و فن کے نئے امکانات دریافت کرے گی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی

۱- آفتاب احمد- ڈاکٹر- ن م راشد 'شاعر اور شخص' لاہور : ماورا پبلی کیشنز' ۱۹۸۹ء ص ۷۱-۷۲-

۲- تبسم کاشمیری' ڈاکٹر- لا = راشد' لاہور : نگارشات' ۱۹۹۴ء' ص ۲۴۹-

۳- ن م راشد- ماورا' طبع چہارم' لاہور : المثال' ۱۹۶۹ء ص ۱-

۴- ن م راشد' ایران میں اجنبی' لاہور : گوشۂ ادب' ۱۹۵۵ء ص ۸' ۹-

۵- انور سدید' ڈاکٹر- اردو ادب کی تحریکیں' کراچی : انجمن ترقی اردو' ۱۹۸۵ء ص ۵۸۷-

۶- مغنی تبسم' ڈاکٹر- "حرف آغاز" ن م راشد' شخصیت اور فن' نئی دہلی : موڈرن پبلشنگ ہاؤس' ۱۹۸۱ء ص ۹-

۷- عزیز احمد' ترقی پسند ادب' طبع دوم' دلی : عارف پبلشرز' ۱۹۴۵ء' ص ۵۷-

۸- "آزاد نظم کا ارتقاء" مشمولہ ادبی دنیا' لاہور : ستمبر ۱۹۴۶ء ص ۴۸-

۹- حنیف کیفی' ڈاکٹر- اردو میں نظم معرا اور آزاد نظم' نئی دہلی : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۱۹۸۲ء ص ۴۵۶-

۱۰- ن م راشد' ماورا' لاہور : مکتبہ اردو' ۱۹۴۱ء ص ۲۹-

۱۱- ایضاً ص ۵' ۶-

۱۲- عبدالوحید' جدید شعرائے اردو' جلد سوم' لاہور : فیروز سنز' ۱۹۶۹ء ص ۸۳۳-

۱۳- وزیر آغا- ڈاکٹر نظم جدید کی کروٹیں- لاہور : مکتبہ میری لائبریری' ۱۹۷۴ء-

۱۴- حنیف کیفی' ڈاکٹر اردو میں نظم معرا اور آزاد نظم' ص ۴۵۸-

۱۵- ایضاً ص ۴۷۱-

۱۶- "نئے شاعروں پر ایک سرسری نظر" مشمولہ ساقی' دہلی : سالنامہ' جنوری ۱۹۴۵ء ص ۲۳-

۱۷- ن- م- راشد' ماورا' لاہور : مکتبہ اردو' ۱۹۴۱ء ص ۲۵-

۱۸- جمیل جالبی' ڈاکٹر- "پیش لفظ" ن م راشد' ایک مطالعہ' کراچی : مکتبہ اسلوب' ۱۹۸۶ء ص ۲-

۱۹- "راشد : عالمی سطح کا اردو شاعر" مشمولہ سوغات : بنگلور : شمارہ ۷' ۱۹۹۵ء ص ۲۴۲-

۲۰- ایضاً ص ۳۲۹-

© rasailojaraid.com